مولانا تقی الدین ندوی
ترجمہ و تلخیص : عرفان احمد ندوی

امام طحاویؒ (محدث وقت)

امام طحاوی کا زمانہ :

امام طحاوی نے اپنی عمر کا زیادہ تر حصہ تیسری صدی ہجری میں گزارا' ان کی پیدائش کے سلسلے میں دو روایتیں ملتی ہیں ۲۲۹ھ یا ۲۳۹ھ۔ ان کا انتقال ۳۲۱ھ میں ہوا۔ یہ دور بہت ہی درخشاں و تابناک دور تھا جس میں اسلامی علوم کی خاص طور پر بغداد میں ترویج و ترقی ہوئی چنانچہ اس دور میں چاروں مکتب فکر (مسلک) پروان چڑھے اور ان کی تدوین عمل میں آئی اور زیادہ تر لوگ ان میں سے کسی ایک کے پیروکار ہو گئے۔ اسی دور میں علوم قرآن خاص طور پر علم تفسیر کا فروغ ہوا اور سیرت' مغازی' تاریخ اور طبقات پر بے شمار کتابیں تصنیف کی گئیں اور قرآن کریم کی خدمت کی غرض سے بہت سارے علوم عربیہ کی بنیاد پڑی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب غیر ملکی تہذیب و ثقافت کا سیلاب مسلم معاشرہ پر امڈ پڑا۔ بعض خلفاً نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور ان میں سے زیادہ تر حصہ کا عربی زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا۔

علوم و حدیث امام طحاویؒ کے زمانہ میں اپنے سنہرے دور میں داخل ہو چکے تھے۔ اور بلا شبہ ان کی تدوین خود حدیث کی تدوین کے ہمدوش تھی' اس زمانہ کے علماً نے حدیث اور فن حدیث پر بے شمار کتابیں تالیف کرنے میں بے انتہا کوشش کی اور بڑے انہماک سے کام لیا نتیجتاً علوم و حدیث میں زبردست ترقی ہوئی اگر ہم (الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة والمشرفة) پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو ہم بخوبی اس بات سے واقف ہو جائیں گے کہ اس زمانہ میں علم حدیث پر کتنی عظیم کتابیں لکھی گئیں' امام طحاویؒ مصر میں تھے جو ان کے زمانہ میں ایک عظیم علمی مرکز اور بغداد کے ہم پلہ تھا' امام سخاوی فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مصر کو فتح کیا اور وہاں بہت سے صحابہ کرام نے سکونت اختیار کی تابعین کے زمانہ میں یہاں علمی دور دورہ ہوا' پھر عمر بن الحارث' حیوۃ بن شریح' لیث بن سعد کے زمانہ میں علوم کی ترقی ہوتی رہی اور یہ سلسلہ ابن وھب' شافعی ابن قاسم اور ان کے شاگردوں کے دور تک جاری و ساری رہا۔ اسی طرح اسلامی ممالک میں علمی اسفار نے اس کو دوسرے ممالک سے مربوط رکھا۔ امام طحاویؒ نے امام شافعیؒ کے شاگردوں کا زمانہ پایا انہیں میں

ایک امام مزنیؒ ہیں جو امام طحاویؒ کے استاذ تھے اس وقت اسلام مخالف رجحانات ظاہر ہوئے مگر خلفاً کی بیداری نے ان کا سدباب کیا کیونکہ اس وقت اسلامی معاشرہ میں اسلامی عقیدہ اور سنت والجماعت کا دور دورہ تھا۔

نام ونسب :

ان کا نام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک ازہری، مصری، طحاوی ہے ان کی پیدائش ۲۳۹ھ میں ہوئی ابن خلکان نے سمعانی سے نقل کیا ہے کہ ان کا کہنا ہے ان کی پیدائش ۲۲۹ھ میں ہوئی اور یہ زیادہ اصح قول ہے ابن کثیر ان کی وفات کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ذی القعدہ کی شروعات میں ۸۲ویں سال کی عمر میں انتقال ہوا ابو سعید سمعانی نے ان کی پیدائش کا سن ۲۳۹ھ بتایا تو اس اعتبار سے امام طحاوی ۹۰ سال سے زائد کے ہوئے واللہ اعلم اور جہاں تک ان کی وفات کا مسئلہ ہے تو تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ۳۲۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

پرورش اور حصول علم :

ان کا علو مرتبت کم سنی ہی میں ظاہر ہوا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو ایک محفوظ رکھنے والا مضبوط حافظہ اور تیز ذہن عطا فرمایا تھا ابتدائی تعلیم انہوں نے گھر ہی پر حاصل کی قرآن کریم کو حفظ کیا، ان کے ماموں ابو ابراہیم مزنی امام شافعی کے شاگرد انکی توجہ علم کی طرف مبذول کراتے تھے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص سے میں نے حدیث لکھی وہ مزنی ہیں۔ پھر دو سال بعد جب احمد بن ابی عمران مصر کے قاضی بن کر تشریف لائے تو میں نے ان کی صحبت اختیار کرلی اور ان کے قول پر عمل پیرا ہوا۔ تاریخ مصر میں ابو سعید بن یونس ان کے متعلق کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اپنے ماموں ابو براہیم اسماعیل مزنی امام شافعی سے علم فقہ حاصل کیا اور انہیں سے کتاب السنن وغیرہ بواسطہ امام شافعی سماعت فرمائی۔ امام طحاویؒ شام کی طرف روانہ ہوئے، بیت المقدس، غزہ اور عسقلان، میں سماعت حدیث فرمائی۔ اور دمشق میں قاضی ابی حازم سے فقہ سیکھی اور ۲۶۹ھ میں مصر واپس ہوئے۔

پہلے وہ مسلک شافعی کے پیروکار تھے پھر مسلک حنفی کو اختیار کیا دراصل ان کے اور ان کے ماموں کے درمیان ایک واقعہ پیش آیا جس نے ان کو مسلک ابو حنیفہ کا پیروکار بنایا۔ محمد بن احمد الشروطی کہتے ہیں، میں نے امام طحاوی سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں کی مخالفت کیوں کی، اور امام ابو حنیفہ کے مسلک کو اختیار کرلیا انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے ماموں کو امام ابو حنیفہ کی کتابوں کا برابر مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا اس لئے میں ان کی طرف مائل ہو گیا۔ علامہ کوثری کہتے ہیں کہ میں نے بھی ان کی کتابوں کو دیکھنا شروع کیا تو اس مطالعہ نے مجھے ان کے مسلک کا اختیار کرنے والا بنایا۔

علامہ کے شیوخ :

اس بحث میں ان کے اساتذہ سے متعلق گفتگو کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ بعض علماً نے ان کا ذکر ایک مکمل کتاب میں کیا ہے۔

تلامذہ :

جب امام طحاویؒ کی علم حدیث میں شہرت و مقبولیت ہوئی اور علم فقہ میں جمع و تدوین کا کام کیا تو ان سے بیشمار لوگوں نے روایت کی جن میں سے ابو القاسم طبرانی' ابو بکر بن مقری' محمد بن مظفر بھی ہیں' انکے علاوہ بہت سی مصری و دمشقی اور حدیث میں اسفار کرنے والے بھی ہیں' ان لوگوں کا تذکرہ بعض علماً نے ایک مستقل کتاب میں کیا ہے۔

ان کی شان میں علماً کے توصیفی کلمات :

(۱) امام طحاویؒ فقہ و حدیث میں عالم اسلام کے علماً میں سے تھے' اور اللہ کے رسول کی احادیث' اس سے مستنبط مسائل میں وسعت معلومات سے متصف علماً میں ان کا شمار ہے۔

(۲) سعید بن یونس کہتے ہیں آپ ثقہ' ثبت' فقیہ اور عاقل تھے اور کوئی ان کا جانشین نہیں ہوا۔

(۳) ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ آپ بہت ثقہ' ثبت' دانا' فقیہ اور عاقل تھے۔

(۴) امام ذہبی فرماتے ہیں جو شخص اس امام کی تصنیفات کو دیکھے گا وہ ان کے علم اور معلومات کی وسعت میں ان کے مقام و مرتبہ کو جان جائے گا علامہ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں ان کے مرتبہ میں کہا کہ وہ امام' علامہ' زبردست حافظ اور مصری دیار کے محدث ہیں۔

(۵) ابن تغری بردیؒ فرماتے ہیں طحاوی فقیہ' حنفی' محدث' حافظ' شیخ الاسلام اور بلند پایہ علاموں میں سے ایک ہیں' وہ حدیث و فقہ میں اپنے زمانہ کے بلا مقابل امام تھے۔

(۶) ابن خلکان کہتے ہیں کہ مصر میں حنفیت کی صدارت انہیں پر ختم ہوتی ہے۔

(۷) علامہ سید انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔ امام طحاوی امام ابو حنیفہ کے مسلک کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے بلکہ تمام مذاہب کے بارے میں لوگوں میں سب سے زیادہ' جاننے والے تھے اور وہ امام شافعی سے ایک واسطے سے روایت کرتے ہیں اور امام مالک سے دو واسطوں سے لیکن امام ابو حنیفہ سے تین واسطوں سے روایت کرتے ہیں اور ان کی کتاب الصحیح جو معانی الآثار کی شرح ہے اس میں امام احمد سے ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام طحاوی ایک مجتہد امام ہیں اور باعتبار شرح حدیث مجدد ہیں' شرح حدیث سے مراد یہ ہے کہ وہ محمولات اجازت اور اس کی پیچیدگیاں اور بحث و تحقیق کو بیان کرتے ہیں۔ پس وہ اپنے ایجاد کردہ طریقے کے امام

ہیں جبکہ قدماؑ اپنی کتابوں میں احادیث کی روایت پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

(۸) حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان میں ذکر کیا ہے کہ ابو جعفر طحاوی بیان کرتے ہیں۔بڑے لوگوں میں سے ایک آدمی قاضی محمد بن عبدہ کے پاس حاضر ہوا اور ان کی مجلس میں کہا کہ تم جانتے ہو کہ حضرت ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود نے اپنی ماں اور انہوں نے اپنے والد سے کون سی حدیث روایت کی ہے' ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ان کے سامنے حدیث کو انہی کی سند سے دو طریقوں سے بیان کیا ہے تو اس شخص نے کہا کہ شام کو میں نے آپ کو فقہا کے ساتھ ان کے میدان میں دیکھا اور اس وقت آپ کو محدثین کے ساتھ ان کے میدان میں دیکھ رہوں اور کم ہی لوگ ہیں جن میں وہ صفات مجتمع ہوں' میں نے کہا یہ اللہ کا فضل وانعام ہے۔

تصنیفات :

علوم اسلامی میں بے شمار کتابیں تالیف کیں جن کی تعداد ۳۸ ہے۔ آپ کی تالیفات حسن جودت' جمع و تحقیق' اور کثرتِ فوائد میں نہایت ممتاز مقام کی حامل ہیں' انہیں محقق علماؑ' باریک بین فقہا کے نزدیک قبولیت کا رتبہ ملا' متقدمین حضرات متاخرین کی بہ نسبت ان کی کتابوں سے زیادہ شغف رکھتے تھے۔ ان کی تمام تصانیف کا تعارف کرانا مشکل ہے اس مختصر گفتگو میں علم حدیث پر ان کی کتابوں کے تعارف پر اکتفا کیا جائے گا۔

علم حدیث میں ان کی خدمات :

شرح معانی الاثار و مکانتہ بین السنتہ یہ ان کی سب سے اہم کتاب ہے اور طلباؑ کے مابین سب سے زیادہ شہریت اور تداول کی حامل ہے۔ ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ (معانی الاثار) ان کی پہلی اور مشکل الاثار سب سے آخری تصنیف ہے۔

علامہ عینی نے بھی ان کی تعریف کی ہے ان کی تصنیفات بہت ہی عمدہ ہیں بہت زیادہ فائدہ پہنچانے والی ہیں خاص طور پر ان کی کتاب (معانی الاثار) کیونکہ ایک منصف دیکھنے والا جب کتاب پر غور کرے گا تو اس کو محسوس ہوگا کہ یہ مقبول و معروف کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے اور قاری کو اس کا احساس اس وقت ہوگا جب وہ ان کے کلام اور ترتیب پر غور کرے گا۔ اس کتاب کا موضوع وہ متعارض احادیث ہیں جو علمی احکامات میں علماؑ کے اختلاف کا سبب رہی ہیں کیونکہ ہر فریق انھیں احادیث کو پیش کرتا ہے جن سے ان کی تائید ہوتی ہو اور ان کی جمع و ترتیب فقہی اعتبار سے ہوتی ہے کتاب کے مقدمہ میں امام طحاوی نے مقصد تالیف بیان فرمایا ہے کہتے ہیں بعض میرے اہل علم احباب نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں ان کے لئے ایک ایسی کتاب ترتیب دوں جن میں حضورؐ سے مروی احادیث کو بیان کروں ان احکامات کے سلسلے میں جس کو ملحدین اور ضعیف الایمان لوگ اہل اسلام سے یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے علم کی کمی کے باعث بعض احادیث کی خلاف ورزی کرتے ہیں ایک کے ناسخ اور

دوسرے کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اس میں سے جس کا علم ضروری ہے اس چیز کے لئے جس کی شہادت بولنے والی کتاب (قرآن) متفق علیہ سنت سے ہو۔

اور ہر باب میں ناسخ و منسوخ، علماء کی تاویل، علماء کے اعتراض اور بعض پر دلیل و ثبوت پیش کیا ہے ان میں جن کا قول صحیح ہے، یا اسی کے مثل جو سنت، اجماع یا صحابہ اور تابعین کے متواتر اقوال میں صحیح ہے اس کی دلیل پیش کی ہے تو جس طرح مجھ سے سوال کیا گیا اسی اعتبار سے میں نے ابواب باندھے اور ان کو چند کتب میں تقسیم کیا اور ہر کتاب میں ان اقسام میں سے ایک قسم کا تذکرہ کیا۔ یہ کتاب متعدد بار ہندوستان سے شائع ہو چکی اور آخر میں قاہرہ سے چھپی لیکن ابھی تک اس کی تحقیق شرح طبع نہیں ہوئی ہے۔ اور اس کتاب کی چند تلخیص شرحیں تصنیف کی جا چکی ہیں۔

(۲) مشاکل الاثار :

یہ کتاب ان احادیث پر مشتمل ہے جس کو طحاویؒ نے پیچیدہ غیر واضح تصور کیا ہے چاہے وہ احادیث تفسیر سے متعلق ہوں یا قرائتوں سے، یا فقہ، لغت یا علم کلام وغیرہ سے ان کی وابستگی ہو، اس طرح وہ مختلف الآثار سے زیادہ عام ہے، امام طحاویؒ اس کتاب کے مقدمہ میں اس کتاب کے سبب تالیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، میں نے حضورؐ سے مروی ان احادیث کو دیکھا جن کے راوی ثقہ اور جن کی سندیں مقبول تھیں اور جن کو اہل امانت نے بہترین انداز میں بیان کیا تھا تو مجھے ان میں کچھ ایسی چیزیں نظر آئیں جن کی واقفیت اور اس میں بیان کردہ علم سے اکثر لوگ قاصر رہتے ہیں اس لئے میرا دل ان میں غور و فکر کی طرف اور ان مشکلات کو واشگاف کرنے اور وہ احکام جو ان احادیث میں تھے ان کے مستخرج کرنے کی طرف مائل ہوا اور وہ نصوص شریعہ سے دفاع کرتے ہیں کہ ان میں کوئی تعارض نہیں اور بعض لوگ حدیث میں جو تعارض کو سمجھتے ہیں وہ صرف ظاہری اعتبار سے ہے لیکن دقیق ترتیب کی وجہ سے کتاب میں نقص پیدا ہو گیا ہے اور اس سے استفادہ ذرا مشکل ہے۔

(۳) سنن الشافعی :

اس کتاب کا نام (السنن الماثورۃ) بھی ہے اس کتاب میں امام شافعی کی ان احادیث کو جمع کیا ہے جن کو انہوں نے امام ترمذی سے سماعت فرمایا ہے اور یہ کتاب ۱۳۱۵ھ میں مصر سے چھپ چکی ہے۔

(۴) کتاب صحیح الاثار :

یہ کتاب خدا بخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے جس کا نمبر ۸ ۴ ۵ ہے اور یہ کتاب ۷ ۸ ۹ اوراق پر مشتمل ہے میرے پاس اس کتاب کی ایک فوٹو کاپی موجود ہے اس میں غور و فکر کے بعد مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کتاب (شرح معانی الاثار) کی تلخیص ہے۔ رہا اس کتاب میں امام طحاویؒ کی طرف منسوب کرنا تو مجھے اس میں شک

ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۵) کتاب نقض کتاب المدلسین علی الکرابیسی :

کرابیسی کی اس کتاب نے ایک زبردست الجھن اور پیچیدگی پیدا کردی تھی، اس کتاب نے اہل سنت کے دشمنوں کو کافی دلائل فراہم کردیئے ہیں، بایں طور کہ مصنف نے اس میں اپنے مسلک کے مخالف رواۃ کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ رامہرمزی نے اپنی کتاب (المحدث الفاصل) میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام طحاوی نے اپنے آپ کو اس کتاب کی تردید کے لئے تیار کیا۔ المدار دینی نے الجواہر النقی میں امام طحاوی کی کتاب (الرد علی الکرابیسی) سے نقل کی ہے۔

(۶) کتاب التسویۃ بین حدثنا واخبرنا:

یہ بہت چھوٹی سی کتاب ہے جیسا کہ ابن ندیم نے کہا ہے اور ابن عبدالبر نے اس کی تلخیص (جامع بیان العلم) میں کی ہے۔

ناقدین حدیث کے یہاں امام طحاوی کا مقام و مرتبہ اور جرح و تعدیل میں ان کے اثرات۔

علمائے جرح و تعدیل کے نزدیک امام طحاوی کا ایک مرتبہ ہے اسی طرح ان کے احکام کو ایک ایسا وزن حاصل ہے جس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کیونکہ انہوں نے رجال پر اپنی کتاب (التاریخ الکبیر) تصنیف فرمائی اگرچہ وہ نایاب ہے لیکن ان کا کام ان کی دوسری تصنیفات اور کتب رجال میں مذکور ہیں۔ جو ان کے عالی مرتبت اور اس فن میں مکمل دسترس کا بین ثبوت ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ) ان کے اقوال بکثرت نقل کرتے ہیں اور انہیں راجح قرار دیتے ہیں اس کے ذریعہ ناقدین کے نزدیک ان کے مقام و مرتبہ کو عیاں کرتا ہے (تہذیب التہذیب اور لسان المیزان میں ان کے مذکورہ اقوال کی تعداد معلوم کرنا ایک خاص بحث کا متقاضی ہے اور یہاں صرف مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہیں :

(۱) حافظ ابن حجر نے جعفر بن ربیعہ کندی کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ امام طحاوی ابی سلمہ سے ان کے سماع کے بارے میں کہتے ہیں ہم نہیں جانتے۔

(۲) حسن بن عیاش اسدی کوفی کے ترجمہ میں (امام حجر کہتے) امام طحاوی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں قابل حجت بھی ہیں۔

(۳) عبدالرحمان بن حرملہ اسدی کے ترجمہ میں کہا امام طحاوی کہتے ہیں کہ ابو علی ہمدانی سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ یوسف بن خالد سمتی بصری کے ترجمہ میں کہا امام طحاوی کہتے ہیں مجھ سے امام مزنی نے بیان کیا انہوں نے امام شافعیؒ سے بیان کیا انہوں نے خالد بن یوسف سے اور وہ ضعیف ہیں۔ امام ابن حجر نے عبداللہ بن محمد بن

جعفر قزوینی کا ترجمہ لسان المیزان میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ ابو قاسم مصر آئے اور یہاں کے شیوخ سے ان احادیث کی سماعت کی ہے اور ہم بھی وہیں تھے لیکن ہم نے اس کو نقل نہیں کیا تو کیوں ان سے مناظرہ نہ کریں؟

(۸) اسمائے رجال میں ان کے مصادر و مراجع :

(۱) وہ کتابیں جو اس فن میں تصنیف کی جاچکی تھیں۔

(۲) وہ روایتیں جو ان تک پہنچیں ان لوگوں کے سلسلے میں جن کے متعلق علماؑ نے کلام کیا ہے جیسے سفیان ثوری یحییٰ بن معین اور ان کے علاوہ دیگر حضرات۔

(۳) امام طحاویؒ کو یحییٰ بن معین کی فن رجال پر ایک کتاب کے متعلق اطلاع ملی چنانچہ انہوں نے "باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ کیف ہو" مخالفین سے ان کے مناظرہ کے وقت بیان کیا ہے کہ اس باب میں عطاف بن خالد کو ضعیف قرار دیتے ہیں تو ان سے کہا جائے گا تم لوگ عبد الحمید کو عطاف سے زیادہ ضعیف قرار دیتے ہو جبکہ عطاف کی تمام حدیثیں نہیں چھوڑتے تم دعویٰ کرتے ہو قدیم دور میں ان کی تمام حدیثیں صحیح تھیں اور ان کے آخری دور کی احادیث میں کچھ ضعف لاحق ہو گیا تھا۔

اسی طرح امام طحاویؒ کو امام بخاری کی تاریخ کی کتاب کے بارے میں واقفیت ہوئی اور ان سے بہت سی چیزیں اپنی کتاب (مشکل الاثار) میں نقل کی ہیں۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ ہم نے امام بخاری کی کتاب میں محمد بن ابی حفص کے بارے میں ذکر پایا۔ امام بخاری کہتے ہیں وہ کوفی ہیں ان سے ابو نعیم کی سماعت ہے اور ابو غسان نے ان سے نقل کیا ہے۔ امام طحاویؒ کی معلومات صرف ان کتابوں تک محدود نہیں تھیں اس کے علاوہ بھی بہت سی تصانیف ہوں گی جن کے متعلق ہمیں معلومات فراہم نہ ہو سکیں۔

(۹) امام طحاویؒ اور علم علل حدیث :

اور یہ بات اضافی طور پر کی جاتی ہے۔ علل حدیث کا علم ان اہم علوم میں سے ہے جس کے ذریعہ صحیح، ضعیف اور مقبول و مردود اور سقیم و سلیم کو پہچانا جا سکتا ہے اور اسی علم سے اعمال ترک و ایجاب مترتب ہوتے ہیں اور اس میں مہارت صرف بڑے علماؑ ہی کو حاصل ہو سکی ان ائمہ متقدمین میں سے جو اس میدان میں مشہور ہوئے مثلاً شعبہ بن حجاج، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی وغیرہ اور امام طحاوی کو اس علم میں ایک بڑا حصہ ملا ہے مندرجہ ذیل مثالوں سے اس علم میں ان کا رسوخ واضح ہو جاتا ہے۔

(۱۰) اسانید کی کمزوریوں سے واقفیت :

امام طحاویؒ کی خصلت یہ ہے کہ اسانید کے علل خواہ واضح ہوں یا غیر واضح وہ ان کی نشاندہی اس کی علت

کا اظہار کرتے ہوئے کرتے ہیں اسی سلسلہ میں امام صاحب اس سند کے تعلق سے بیان کرتے ہیں جو یونس بن عبدالاعلی کے ذریعہ نقل کی جاتی ہے وہاں علت کا انقطاع پایا جارہا ہے۔ کہتے ہیں مجھ سے امام ابن وہب نے بیان کیا امام طحاوی فرماتے ہیں۔ مجھ کو یحییٰ بن ایوب عبدالرحمان بن حرملہ سے انہوں نے ابو علی ہمدانی سے بتایا ابو جعفر کہتے ہیں "وہ ثمامہ بن شفی ہیں" کہتے ہیں میں نے عقبہ بن عامر جہنی سے سنا ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول خدا سے سنا آپ فرماتے ہیں جس نے امامت کی اور اخیر وقت تک پہنچ گیا امام ابو جعفر نے فرمایا حدیث کا علم رکھنے والے اس حدیث کی سند کے متعلق کہتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن ابو عن حرملہ بن عمر ان عن ابی علی الہمدانی سے ہے کیونکہ عبدالرحمان بن حرملہ کا ابو علی ہمدانی سے سماع ثابت نہیں ہے۔

اسی طرح اسی سند سے معمر سے تخریج کی ہے مجھ سے سلیمان بن اعمش نے بیان کیا کہ انہوں نے زید بن وھب جھنی سے انہوں نے حذیفہ بن یمان سے الی آخرہ نقل کرتے ہیں۔ امام طحاوی اس پر تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں تمام اہل علم حضرات فرماتے ہیں کہ بلا شبہ معمر اس حدیث کی سند اعمش سے ذکر کرنے مین غلطی کرتے ہیں اور اس حدیث کی اسناد میں صحیح وہ ہے جو مجھ سے فہد بن سلیمان نے 'انہوں نے محمد بن صلت کوفی 'انہوں نے ابو معاویہ 'انہوں نے اعمش اور وہ خیثمہ سے نقل کرتے ہیں۔

(۱۱) بعض علمائے کرام کی امام طحاویؒ پر تنقیدیں :

روایوں پر جرح و تعدیل کے اعتبار سے امام طحاویؒ کے جس کلام کو ہم نے بیان کیا اور یہ کہ وہ بعض روایات کو بعض پر حدیث کی بناوٹ کی حیثیت سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور علامہ مبہم کی تشریح کرتے ہیں اور حدیث کی تلبیس اور علل کو بیان کرتے ہیں۔ پھر باہم متعارض احادیث کے محمولات کو ذکر کرتے ہیں اور ان احادیث میں توافق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ تضاد رفع ہو جائے یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ امام طحاویؒ ذہین و فطین حفاظ اور ناقدین حدیث میں سے تھے اس بات کا اس فن کے ائمہ نے اعتراف کیا ہے ان سب خدمات کے باوجود بعض علماٗ نے ان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور (ستم بالائے ستم) یہ کہ ان کو محدثین کے زمرے سے خارج قرار دیا ہے ان میں امام بیہقی اور امام ابن تیمیہ ہیں۔

(۱۲) امام بیہقی کی امام طحاویؒ پر تنقید :

امام بیہقی اپنی کتاب " کتاب معرفة السنة والاثار " میں امام طحاوی کو جرح و تنقید کا نشانہ بنایا ہے وہ کہتے ہیں جب میں نے اس کتاب کی تالیف شروع کی تو علم حدیث کے بعض جانکاو دوستوں نے ابو جعفر طحاوی کی کتاب اور اسی کے ساتھ ایک خط بھی بھیجا جس میں امام طحاویؒ کی شکایت کی تھی کہ انہوں نے بعض اہل علم کے نزدیک صحیح احادیث کو بھی ضعیف قرار دے رکھا تھا جو ان کی آراء سے ہم آہنگ ہوں لہذا امام صاحب نے ان کے

طلب کرنے پر اس کا جواب دیا اور ان کی کتاب کے حوالہ سے ان کی رد کی۔

حدیث مس الذکر سے متعلق امام طحاوی کے کلام کا ذکر کرنے کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں میں نے ان کا پیچھا کیا۔ کہتے ہیں میں نے چاہا کہ ان کی غلطی کو بیان کروں اس حدیث کے تعلق سے پھر میں اسی طرح کی بہت سی مثالوں میں خاموشی اختیار کروں امام بیہقی اپنے کلام میں فرماتے ہیں کہ علم حدیث سے ان کی گہری وابستگی نہیں ہے۔ ایسا ہی امام ابن حجرؒ نے لسان میں نقل کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے گویا کہ ان کے قول سے راضی ہیں۔

علامہ شیخ عبدالقادر اپنی کتاب ''الجواہر المضیئة'' میں اس کتاب کی طرف جس کا امام بیہقی نے اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں وہ کتاب جو'' معانی الآثار '' کے نام سے مشتہر ہے اور میں نے اس کی اسناد سے بحث کی ہے اور اس حدیث اور اس کی اسناد کو صحاح ستہ اور مصنف ابن شیبہ اور کتب الحفاظ کی طرف منسوب کیا ہے جس کا میں نے الحاوی فی بیان الطحاوی نام رکھا ہے اور ایسا میں نے اپنے استاذ علامہ علاء الدین ماردینی قاضی القضاۃ کے اشارہ پر کیا ہے۔ قاضی القضاۃ ہمارے والد کے شیخ جمال الدین سے جب بعض امرا نے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس امام طحاویؒ کی کتاب ہے تو جب ہم نے ان سے حدیث کے نزع کے متعلق دریافت کیا تو وہ لوگ کہنے لگے اس حدیث کو تو ہم نے بخاری و مسلم کے علاوہ کسی سے نہیں سنا تو پھر ان سے قاضی القضاۃ علاء الدینؒ نے فرمایا اور وہ حدیثیں جو امام طحاویؒ کی کتابوں میں ہیں ان کا اکثر حصہ بخاری و مسلم، سنن اور اس کے علاوہ حفاظ کی کتب میں ہے' پھر امیر نے کہا آپ سے اس کی تخریج کرنے اور اس کی احادیث کو ان کتابوں سے مناسبت پیدا کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ قاضی القضاۃ نے فرمایا میں اس کام کے لئے اپنے آپ کو فارغ نہیں کروں گا لیکن میں ایک ایسے شخص کے بارے میں واقفیت رکھتا ہوں جو اس کام کو عملی انجام دے سکتا ہے اور میرے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں بات چیت کی۔ امیر نے بہت سی کتابوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی جیسے مزنی کی ''اطراف'' اور '' تہذیب الکمال '' اور ان کے علاوہ دیگر کتابیں بھی! اس کام کو میں نے شروع کر دیا اور یہ میرا چالیس دیں سال کا ابتدائی زمانہ تھا ہمارے شیخ قاضی القضاۃ نے ایک عمدہ کتاب کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی یہ کتاب امام طحاوی کے شیوخ کے اسماء پر مشتمل تھی اور فرمایا میری سمجھ سے یہ کتاب تمہارے لئے کافی ہوگی میں نے اس کتاب سے بہت زیادہ استفادہ کیا میں نے امام طحاویؒ کو اپنے بعض شیوخ میں امام مسلم کا ہم شریک پایا مثلاً یونس بن عبدالاعلی بہت سی احادیث میں امام مسلم بعینہ اسی روایت کو یونس بن عبدالاعلی امام طحاوی کی سند سے نقل کرتے ہیں اور اللہ یہ کتاب جس کو امام بیہقی طحاوی سے متعلق نقل کرتے ہیں میں نے نہیں دیکھی۔

محققین اور علماء میں اس طرح کے اختلاف ہر زمانے میں رونما ہوتے رہتے ہیں اس معاملہ میں ان کے

کلام کی طرف توجہ مبذول نہیں کی جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی امام ایسا نہیں ہے جس کے متعلق کلام نہ کیا گیا ہو' امام ذہبی فرماتے ہیں معاصرین علماء ہمیشہ ہی اپنی اجتہاد کے مطابق آپس میں نوک جھوک کرتے ہیں ہر ایک اپنے قول کو اختیار کرتا ہے اور حضور ﷺ تک پہنچا تا ہے۔

امام طحاوی کے علم 'زہد وورع 'امامت ورع وعدالت کی گواہی ایسے لوگوں نے دی ہے جن کی گواہی مستند ہے لہذا امام بیہقی کی باتوں پر توجہ نہیں دی جائے گی۔امام طحاویؒ تقویٰ و پرہیز گاری کے اعلیٰ مقام پر تھے ان سے یہ بات بعید از قیاس ہے کہ رائے کے مطابق حدیث کو ہٹا دیں یا اپنے مسلک کے لئے اتنا تعصب برتیں کہ درست اور صحیح بات سے گریز کریں۔ مسند ہند شیخ عبدالعزیز محدیث دہلوی نے "بستان المحدثین" میں ذکر فرمایا ہے کہ مختصر الطحاوی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام طحاوی ایک مجتہد تھے۔اور وہ حنفی مسلک کے مقلد نہیں تھے کیونکہ انہوں نے اس کتاب میں بعض ان چیزوں کو بھی اختیار کیا ہے جو مسلک امام ابو حنیفہ کے خلاف ہیں اور ایسا قومی دلائل کے پائے جانے کی وجہ سے کیا۔بلاشبہ امام بیہقی نے امام طحاویؒ پر ظلم کیا اور اپنے مسلک کی طرف سے دفاع ان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے۔

ممکن ہے کہ امام بیہقی کو یہ عذر درپیش ہوا ہو کہ بعض جگہ سند کے قوی ہونے کا اعتبار کیا ہو اور بعض جگہ ایسا نہ کیا ہو لیکن اپنے حریف کے لئے ایسا عذر نہ تلاش کیا ہو' امام بیہقی نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ علمائے حدیث کے زمرے سے ہی ان کو خارج کر دیا ہے چنانچہ انہوں نے بیان کیا کہ حدیث امام طحاویؒ کا میدان نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام طحاوی کی تالیفات اس بات کی تردید کرتی ہیں۔امام ذہبیؒ فرماتے ہیں جس نے اس امام کی تالیفات کو دیکھا تو وہ ان کے علمی مقام اور وسعت معرفت سے واقف ہو گیا۔ان کے علمی مقام ومرتبہ کا اعتراف محدثین وفقہاء نے بھی کیا ہے۔

ان دونوں بزرگوں کے یہاں مس ذکر کے مسئلہ میں اختلاف صرف اتنا ہے کہ آیا وضو واجب ہے یا غیر واجب۔امام بیہقی وضو کے قائل ہیں اور انہوں نے دلیل میں بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو پیش کیا ہے۔کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے عضو تناسل کو چھوئے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔اور امام طحاویؒ عدم وضو کے قائل ہیں اور امام طحاویؒ نے قیس بن طلق "جو اپنے والدؒ سے نقل کرتے ہیں" ان کی حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔جس میں وہ (قیس بن طلق عن ابیہ) کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ ہم سے کوئی نماز کی حالت میں اپنے ذکر کو چھوئے تو کیا اس حالت میں نماز کا اعادہ کرے گا تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: "نہیں" وہ تو تمہارے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

امام طحاوی نے بسرہ کی حدیث سے شروع کیا اور یہ ذکر کیا کہ عروہ نے بسرہ کی حدیث کو سرے سے

نقل نہیں کیا پھر ان کے مخالفین کی رائے کو بھی پیش کیا اور بسرہ کی حدیث یا اسی سے ملتی جلتی روایت جو زید بن خالد اور ابن عمرؓ ابی ہریرہؓ اور ان کے علاوہ سے مروی ہے اس کی خامی کے سلسلے میں بحث کیا ہے اور حدیث میں تصنیف کبھی کبھی اس جھگڑے کی وجہ سے تھا جو ان کے اور مروان حکم اور عروہ کے مابین بسرہ کی حدیث کے سلسلے میں پیش آیا اور کبھی "تصنیف حدیث" ان احادیث کے راویوں کے جرح و تعدیل کی وجہ سے ہوتا اور تیسری مرتبہ تضعیف بذات خود روایت کی خامی و ضعف کی وجہ سے تھا۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں میں نے اس طعن سے عبداللہ بن ابی بکر علی بن...... اور ان دونوں کے علاوہ کسی پر کوئی چیز مراد نہیں لیا ہے میری مراد حریف کے ظلم و زیادتی کو بیان کرنا ہے۔ امام طحاویؒ نے قیس بن طلق کی حدیث جس کو اپنے والد سے نقل کیا ہے اور اسی طرح متعدد طرف سے روایت کیا ہے وضو کے عدم نقض کی حجیت کو ثابت کیا ہے تو یہ صحیح حدیث ہے اسناد بھی درست ہیں اس کے اسناد میں کوئی اضطراب نہیں ہے۔

رہا امام بیہقیؒ کا معاملہ تو انہوں نے بسرہ کی روایت کو پیش کیا ہے اور اس کا مراجع کا ذکر کیا ہے مثلاً موطا امام مالک، سنن ابی داؤد، اور عروہ و مروان کے کشمکش کی حقیقت کو بیان کیا اور تشریح کی ہے اور عروہ اس کے بعد اس حدیث کو اختیار کرنے کے قابل ہوتے ہیں پھر احادیث ان کی معین و مددگار بھی ثابت ہوئیں۔

لیکن امام بیہقی کی روایت کو جھٹلایا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بسرہ کی حدیث کا سب سے بہتر واسطہ وہ ہے جو امام مالک کے واسطے سے ہے اور ان کی سندیں (عروۃ) مروان ہیں اور وہ اپنے دعوے میں کمزور ہیں۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں اس پر اعتماد کیا ہے جو گزر چکا ہے اور عمرو بن شعیب کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان بزرگ نے کچھ سنا ہو مگر اس کا محاکمہ نہ کیا ہو۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کیا آپ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عمرو بن شعیب اپنے سے کچھ نہیں سنا اور ان سے ان کی حدیث محرف ہیں جو کچھ امام طحاوی نے اس موضوع پر عرض کیا ان کے غلط ہونے پر دلیل نہیں پیش کی گئی ان لوگوں نے یہاں جو یہ وعدہ کیا کہ بہت سے مستند حضرات جو عدم وضوء کے قائل ہیں وہ صرف رائے اور قیاس ہے پس ہم نے انہیں بہت سے اجلہ صحابہ کے قول کی پیروی کرتے ہوئے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے پایا ہے جو ان کے یہاں صحیح ہے۔

(۱۳) ابن تیمیہ کا امام طحاوی پر تنقید کرنا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی امام طحاویؒ پر کلام کیا ہے اور حدیث رد الشمس کے بحث کے اعتراض میں فرمایا کہ امام طحاوی کو حدیث کی پرکھ "جیسا کہ اہل علم حضرات کو ہے" نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ (شرح الآثار) میں مختلف احادیث کو روایت کیا ہے۔ جو کچھ انہوں نے رد شمس کے سلسلے میں عیب زنی کیا ہے اغلب ہے کہ وہ قیاس کی بنا پر کیا ہو جس کو وہ حجت اور دلیل مانتے ہیں لیکن سند کے اعتبار سے اکثر کا ثبوت نہیں ملتا ہے اسی وجہ

سے وہ اعتراض نہیں کرتے کیونکہ ان کی معلومات اسناد کے معاملہ میں اہل علم کی طرح نہیں ہیں گرچہ وہ بہت زیادہ حدیث جاننے والے فقیہ اور عالم ہیں۔

علامہ ابن تیمہ کا ظاہر کلام یہ ہے کہ انہوں نے اس حکم کا فیصلہ امام ابی جعفر طحاویؒ کے خلاف کیا اور اس کی تخریج ائمہ نقد سے کی ہے کیونکہ حضرت علی کی حدیث رد شمس صحیح ہے۔ اور صرف امام طحاوی ہی نہیں ہیں جو اس روایت کو سچ مانتے ہیں بلکہ متقدمین و متاخرین نے بھی اس سے توافق کیا ہے اور امام طحاوی کے قول کو امام ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کے قول پر فوقیت دی ہے اور جو کچھ ہم نے رجال پر امام طحاوی کے قول اور ان کے کلام کو احادیث کی تنقید پر ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ اہل علم حضرات تنقید کرتے ہیں وہ ہر انکار کو انکار کرتا ہے اور ہر دفاع کو دفاع کرتا ہے۔ امام طحاوی کی شان میں امام ابن تیمہ کا قول جبکہ وہ مصر کے علماؑ کے احوال کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے (مناسب نہیں ہے) کیونکہ گھر والا زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا ہے لہذا امام ابن تیمیہ کا امام طحاوی پر جرح و تعدیل کرنا ان اعلام علماؑ کے باوجود زیادہ موثر نہیں ہوگا جبکہ امام ابن تیمیہ نے ان کثیر الحدیث فقیہ اور عالم ہونے کا اعتراف خود کیا ہے۔

جہاں تک امام ابن تیمیہ کا دعویٰ کرنا ہے کہ امام طحاوی احادیث کو قیاس کی رو سے ترجیح دیتے ہیں تو اس کے جواب میں باتیں گزر چکی ہیں علامہ نے عینی شرح معانی الاثار کے مقدمہ میں کئی جگہ ان کے سبب تالیف کے مقاصد کو اجاگر کیا ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ حنفی حضرات حدیث اور خبر حدیث کو مضبوط سے اختیار کرنے والے ہیں اور ان کا مسلک ہر پیش ہونے والے معاملہ میں حدیث نبوی پر ہوتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ وہ حضرات قیاس کو خبر واحد پر مقدم مانتے ہیں ان کے یہاں احکام کی بنیاد اساس صحت پر ہوتی ہے مگر اس کے باوجود حریف پر قیاس کی پیروی کا الزام لگاتے ہیں اسی طرح منقول کو ترک کر دیتے ہیں نیز یہ الزام ہے کہ حنفیہ کے نزدیک منقول معقول کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ اور جو صاحب رائے نہ ہو اسے حدیث کے مواقع اور آثار کے محل کا علم نہیں ہو سکے گا۔

رہا امام تیمیہ کا امام طحاویؒ کو تنقید کا نشانہ بنانا جبکہ ان کی عادت حدیث کی پرکھ کرنا نہیں ہے اور ایسا اس لئے ہے کہ امام تیمیہ کو حدیث کی معرفت نہیں اور بلا شبہ امام طحاوی رجال کو اسی وقت تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جبکہ ترجیح کے ذریعہ نقد کی تعین ہو جاتی ہے اور ان جگہوں پر سند میں تنقید کرتے ہیں اور معذرت کرتے ہیں کہ کشمکش وہی ہے جس کو انہوں نے اس جگہ بیان کیا ہے اور کبھی اس حدیث کے نقد کے بعد جس کا مخالف حاجتمند ہوتا ہے فرماتے ہیں ابو جعفر کہتے ہیں اس سے میری مراد کسی اہل علم کی تضعیف نہیں ہے اور نہ ہی یہ میرا مسلک ہے بلکہ

ہمارے خلاف جو مخالف کی زیادتی ہے اس کو اجاگر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

حدیث رد الشمس کو امام طحاوی نے مشکل الا ثار میں اسماً بنت عمیس کی حدیث کو دو روایتوں سے نقل کیا ہے تو اس حدیث اور اس حدیث جس میں روایت ہے " ان الشمس لم تحتبس علی احد الالیوشع " کے مابین توقف پیدا کیا ہے پھر حدیث کی تعلیق کیا ہے۔ اس حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو یہ ثابت کرے کہ حضرت علی کی دعا سے سورج لوٹا دیا گیا ہو اور یہ تو علامات نبوت ہے اور بہت سے فوائد کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں یہ منقطع ہے اور اسماً کی حدیث متصل ہے۔ " قاضی عیاض " شفا میں فرماتے ہیں امام طحاوی نے " مشکل الحدیث " میں اسماً بنت عمیس سے دو طریقوں سے تخریج کیا ہے۔ حضورؐ پر وحی نازل ہوتی اور ان کا سر حضرت علیؓ کے حجرہ (گود) میں تھا اور حضرت علی نے عصر کی نماز ادا نہیں کی اور سورج غروب ہو گیا تو حضورؐ نے فرمایا " علی کیا تم نے نماز ادا کر لی ؟ تو انہوں نے کہا نہیں پھر اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ سورج تیرے اور تیرے رسولؐ کے تابعدار تھا تو سورج کو حضرت علی کے لئے لوٹا دے " حضرت اسماء کہتی ہیں سورج کو میں نے غروب ہوتے دیکھا پھر میں نے طلوع ہوئے دیکھا اور پہاڑوں اور زمین پر ٹھہرتے ہوئے دیکھا اور وہ " صہباء کا مقام ہے " کہتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں کو ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے امام طحاوی نے احمد بن صالح سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے اس شخص کے لئے جس کا کام ہی حصول علم ہو مناسب نہیں ہے کہ وہ اسماء کی حدیث کو یاد کرنے میں پیچھے رہ جائے کیونکہ وہ نبوت کی نشانیوں میں سے ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں محدثین کا اس حدیث کے صحیح، ضعف اور وضع کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے اور اکثریت اس کے ضعف کے قائل ہے تو وہ کلام میں اپنے اصل کے ساتھ ثابت ہے اور اسانید کے تعارض سے اچھے مرتبہ تک پہنچنے سے وہ قاصر ہو جاتی ہے لہذا اس پر اعتراض کرنا صحیح ہے۔ امام سیوطی نے اپنی کتاب " مناہل الصفا " میں احادیث الشفا کو بیان کیا ہے اور اسماء بنت عمیس کو حدیث کو جو " رد الشمس " کے متعلق ہے اس میں حضرت علی سے بیان کیا ہے جس وقت کہ سورج غروب ہو چکا تھا امام طبرانی نے اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے ان میں بعض ثقہ راوی ہیں۔

امام خفاجیؒ شرح الشفا " میں فرماتے ہیں گرچہ اس پر بعض شراح نے اعتراض بھی کیا ہے کہ وہ حدیث موضوع ہے اور اس کے راوی مطعون کذاب اور حدیث کے گھڑنے والے ہیں اور جن لوگوں کو ابن جوزیؒ کا کلام دھوکہ میں رکھا ہے وہ نہیں جانتے کہ حق اس کے برعکس ہے اور اس بات سے بھی ناواقف ہیں کہ اکثر ان کی کتاب رد کی ہوئی ہے خاتمۃ الحفاظ امام سیوطی اور امام سخاوی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ ابن جوزیؒ زیادہ تر موضوعات حدیث پر سہارا لیتے ہیں یہاں تک کہ صحیح حدیثوں کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہیں۔ ابن صلاح نے

بھی اسی طرح اشارہ فرمایا ہے اور اس حدیث کے مصنف صاحب نے تصحیح فرمائی ہے اور متعدد طرق کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس کی صحت کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں اور اس سے پہلے بھی بہت سے ائمہ کرام نے اس کی تصحیح کی ہے مثلاً امام طحاوی 'اور اس حدیث کو ابن شاہین' ابن مندہ 'ابن مردویہ اور امام طبرانی نے اپنے معجم میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے امام سیوطی نے اس حدیث پر مستقل ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام انھوں نے "کشف اللبس عن حدیث رد الشمس" نام رکھا ہے اور کہتے ہیں اسی طرح یہ حدیث ابی الحسن الفضل سے بھی گزر چکی ہے جس کے متعدد طرق کو امام صاحب نے بہت سی سندوں سے بیان فرمایا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے اس انداز میں کہ مزید اس پر کچھ اور نہیں کیا جاسکتا۔ امام ابن جوزیؒ نے بعض ان لوگوں کو جنھوں نے ان کے راویوں کو طعن کیا ہے ان سے تعارض کیا ہے۔

امام طحاوی کے کلام میں جو احمد بن صالح کا ذکر آیا ہے اس سے مراد حافظ ابو جعفر الطبری ہیں ان سے اصحاب سنن نے روایت کی ہے اور ان کے ثقہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں ان سے روایت نقل کیا ہے تو جو حضرات ان کی روایت میں طعن وضعف کے قائل ہیں ان کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی امام ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا تو یہ ان دونوں حضرات کی ناعاقبت اندیشی ہے۔ اس مختصر بحث اور قطعی دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام طحاویؒ تیرہویں صدی ہجری کے اعلام حدیث میں سے تھے۔ اور امام طحاوی کی تصنیفات جو حدیث پر ہیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ ان کا مطالعہ و معائنہ کیا جائے اور ان کی تحقیق کی جائے اور کاش کہ ان کتابوں کی طباعت کی جائے اور تحقیق و فہارس کے ساتھ ان کی شروعات پیش کی جائے تو اس موجودہ زمانہ میں ایک بڑا کام ہوگا۔ واللہ ولی التوفیق۔ (بحوالہ "جرنل" پٹنہ لائبریری' انڈیا)

.... حواشی ....

۱۔ الاعلان التوبیخ لمن ذم التاریخ ص ۲۹۳
۲۔ ابن حجر' تہذیب التہذیب ۱/ ۲۷۳
۳۔ الذہبی تذکرۃ الحفاظ 'ص ۸۰۸
۴۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ' ج ۱۱/ ۱۸۶
۵۔ وفیات الاعیان ۱/ ۲۱۸
۶۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۲۹
۷۔ لسان المیزان ۱/ ۲۷۵
۸۔ معجم البلدان ۲/ ۳۰
۹۔ الفوائد السنیۃ ص ۳۷
۱۰۔ وفیات الاعلان ۱/ ۷۱
۱۱۔ الجواہر المضیئۃ ۱/ ۱۰۴
۱۲۔ مقدمۃ امانی الاحبا' ص ۳۳۔ ۴۲
۱۳۔ النجوم الزاہرۃ ۳/ ص ۳۱۳
۱۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۵۰
۱۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ص ۳۰
۱۶۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۷
۱۷۔ شذرات الذہب ۲/ ۲۸۸
۱۸۔ وفیات الاعلان ۱/ ۲۷

۱۹۔ ایضاً ۱/۲۷۶ ۲۰۔ النجوم الزاہرۃ ۳/۲۳۹ ۲۱۔ معارف السنن ۱/۱۱۴

۲۲۔ مقدمۃ امانی الاحبار ۱/۷۰.....۱۱۴ نیز تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

الفوائد البھیۃ ص ۲۵ فہرست ابن الندیم ص ۲۰۹ کشف الظنون ۲/۱۷۲۸

الجواہر المضیۃ ۱/۱۰۳.....۱۰۴ الحاوی، ص ۳۵۔۳۶ تاریخ الادب العربی لبروکلمان ۳/۲۶۱

۲۳۔ ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ، ص ۲۹ ۲۴۔ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۰۲

۲۵۔ مقدمۃ امانی الاحبار ۲۳ ۲۶۔ شرح معانی الاحبار ۱/ص ۶

۲۷۔ شرح معانی الاحبار، ص ۱۳ و ۱۷ ۲۸۔ شرح معانی الاحبار، ص ۶۱

۲۹۔ معانی الآثار، ۱/ص ۳۹، ۵۱، ۵۳۔ ۱۳۴ جلد ۲/ص ۲۷ ۳۰۔ معانی الآثار، ص ۳۔ ۱۳۔ ۱۱۴

۳۱۔ الحاوی فی سیرۃ الامام ابی جعفر الطحاوی للکوثری، ص ۳۳۔ ۳۴ ۳۲۔ مشکل الآثار، ۱/ص، ۸

۳۳۔ خدابخش لائبریری کے مخطوطات کی فہرست (ہند) ۱/۵۴

۳۴۔ شروح الائمۃ الخمسۃ۔ للحازمی بتعلیق الکوثری ص / ۲۲

۳۵۔ الجواہر النقی علی ھامش السنن الکبریٰ ۱/۲۸/۲۹۲ ۳۶۔ جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۷۵۔ ۱۷۶

۳۷۔ تہذیب التہذیب ۲/ص ۹۰۔ ۳۱۳ ۳۸۔ تہذیب التہذیب جلد ۲/ص ۱۶۱

۳۹۔ ایضاً جلد ۹/ص/۳۸۳ ۴۰۔ ایضاً جلد ۱۱/ ص/۴۱۲

۴۱۔ ایضاً جلد ۳/ص/۳۴۶ ۴۲۔ معانی الآثار ۱/۱۵۲

۴۳۔ مشکل الآثار/ ۲۶۸۱ مزید دیکھئے جلد/د/ ۱۶۶/ ۱۹ جلد ۳/ ۲۹۲ جلد ۴/ ۱۹۱۔ ۳۵۹

۴۴۔ تہذیب التہذیب ۲/ ۱۶۱/ جلد ۱۱ص ۳۴۳ ۴۵۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۲/ص، ۳۵۳

۴۶۔ الاصابۃ، ص ۸۹۳ ۴۷۔ معرفۃ السنن والآثار ۱/ص ۱۴۹

۴۸۔ لسان المیزان ۱/ص ۲۷۷ ۴۹۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱/ص ۱۸۸

۵۰۔ میزان الاعتدال ۳/ص ۲۵۶ ۵۱۔ مقدمۃ آمانی الاحبار ص/۵۵

۵۲۔ السنن الکبریٰ ۱/ص ۲۹۔ ۱۳۴ ۵۳۔ ھامش السنن الکبریٰ ۱/ص ۱۱۰

۵۴۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/ص ۸۲ ۵۵۔ لسان المیزان ۱/ص ۲۷۸، ۲۷۹

۵۶۔ معانی الاثار ۱/ص ۴۳۔ ۴۸ ۵۷۔ امانی الاحبار شرح معانی الآثار ص/ ۳۴۳۔ ۳۷۴

۵۸۔ معرفۃ السنن والاثار ۱/ص/ ۳۵۳ ۵۹۔ منہاج السنۃ/ ۴ ص/ ۱۹۴

۶۰۔ مقدمۃ آمانی الاحبار جلد ۱/ص/ ۶۰ ۶۱۔ شرح الشفا لعلی القاری جلد ۳/ص/ ۱۶

۶۲۔ معانی الآثار ۱ص ۱۳۴ ۶۳۔ معانی الاثار ؟۔ /ج ۲، ص ۸۔ ۱۴

۶۴۔ المقاصد الحسنۃ/ص ۱۰۷ ۶۵۔ مناھل الصفا ص ۳۸

۶۶۔ میزان الاعتدال جلد ۲/ص ۱۶ ۶۷۔ کتاب الجرح والتعدیل ۲/ص، ۹۲

۶۸۔ تقریب التہذیب ۲/ص، ۱۴۵/ جلد ۱/ص ۳۹ ۶۹۔ تہذیب التہذیب ۷/ص ۶۰، جلد ۹ ص ۶۱

۷۰۔ کتاب الجرح والتعدیل ۶/ص ۳۸۳/ جلد ۱۳/ص ۴۷۴/ جلد ۲/ ۱۲۳